مولانا محمد اسرار الحق صدیقی اکوڑوی فاضل دیوبند

رجل عظیم کا سراپا
بطل جلیل کی سوانح

پاکیزہ زندگی سبق آموز واقعات، شفقت و رحمت کی تصویر
کمالات و فضائل اور سیرت و سوانح کے چند ابھرے ہوئے نقوش

قال عزوجل۔ اولم یروا انا ناتی الارض ننقصها من اطرافها واللہ یحکم لا معقب لحکمه الایة (۱۳)

یاد رفتگاں

قفا نبک من ذکری حبیب ومنزل — رفتید ولے نہ از دل ما

ہفتہ گذشتہ بتقریب ایک طالب علم کے داخلہ کے سلسلہ میں عزیز القدر جناب مولانا انوار الحق حقانی سلمہٗ نائب مہتمم دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک سے ملاقات کے دوران موصوف الصدر نے شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحب نور اللہ مرقدہ کی زندگی پر ایک خصوصی نمبر زیر ترتیب ہونے کا انکشاف فرمایا جو اب آخری مراحل میں ہے۔ ممدوح نے مجھ بے بضاعت سے بھی اس سلسلہ میں کچھ لکھنے کی فرمائش کی۔ احقر نے ان کی بات غور سے سنی۔ سوچا معاملہ جن کے بارے میں تھا۔ انکار کا یارا نہ پاسکا۔ ساتھ ہی مفاجاۃً میرا ذہن چند سال ۱۰۔۲۰۔۳۲۔۔ ۴۰ پورا پچاس سال پیچھے کی طرف لڑھک گیا۔ اور بہ تسلسل لڑھکتا ہی چلا گیا۔

وحدثتنی یاسعد عنها فزدتنی جنونا فزدنی من حدیثک یاسعد

اک پرانا غم پھر سے ہرا ہو گیا تعلق و نیاز مندی کا اک طویل۔ بہت لمبا۔ طویل ترین قریب ۵۰ سال پر محیط وقفہ آنکھوں کے سامنے آموجود ہوا۔ بغیر امتثال امر انکار کرتے نہ بنی سوچا حضرت اقدسؒ کی علمی زندگی اور علمی کارناموں کے بارے میں تو حضرات علماء اعلام آپ کے مصاحبین و معاصرین ہی کچھ روشنی ڈال سکیں گے مجھ ایسا بے بضاعت حضرتؒ کی زندگی کے دیگر عام چھوٹے گوشوں پر کچھ لکھنے کی جسارت ہی کرسکے گا۔ گو کہ میرا چھوٹا سا قلم مجھے معلوم ہے اتنے عظیم و ضخیم مضمون سے شاید و باید انصاف نہ کر سکے گا نہ ہی اس کا ادا حق کرسکے گا۔

راقم نے ۱۹۴۱ء میں گورنمنٹ ہائی سکول پشاور (۱) سے تب میٹرک کا امتحان پنجاب یونیورسٹی سے پاس کیا تھا۔ والد مرحوم جناب محمد انوار الحق عفی عنہ نے جو بسلسلہ ملازمت پشاور میں مسکین تھے۔ حضرت شیخ الحدیثؒ کے مشورہ پر مجھے دینی تعلیم کے لیے اس زمانہ کے واحد صوبائی ادارہ دار العلوم رفیع الاسلام بیانہ ماڑی پشاور میں داخل کروایا جس کے مہتمم مرحوم مولانا حضرۃ صاحبزادہ سید فضل صمدانی بنوری تھے زاں بعد ابتدائی دور اور پھر متوسطات کے بعد منتہیات کا سلسلہ درپیش تھا تو حضرت شیخ الحدیثؒ نے از راہ کرم والد مرحوم پر مجھے دار العلوم دیوبند (انڈیا) بھجوانے پر زور دیا اس دوران سونے پر سہاگہ مجی جناب مولانا فضل ہادی قاسمی سلمہٗ ریٹائرڈ پرنسپل (جو مجھ سے سینئر رفیق متعلم رہ چکے تھے اور اب دار العلوم دیوبند میں تھے) کے ایک وقیع دعوتی خط نے جو انہوں نے دار العلوم دیوبند سے تحریضاً احقر کو لکھا تھا جلتی پر تیل کا کام کیا۔ اور یہ میرے دار العلوم دیوبند روانگی و داخلہ کا باعث بن گیا۔ اس طرح حضرت شیخ الحدیثؒ کی رہنمائی سے مجھ ایسے ننھے منے طالب علم کو سرزمین دیوبند میں حضرات اکابر کرام رحمہم اللہ کے دامان فیض سے گل چینی کا اک نادر ترین موقعہ میسر آیا حضرتؒ میرے دوران قیام دار العلوم دیوبند میں بہ حیثیت مدرس دار العلوم موجود تھے مجھے ہر دم آپ کی رہنمائی و سرپرستی حاصل تھی۔ میرے سال اول میں جب سالانہ میں میرا خصوصی انعام آیا تو حضرتؒ کی بے انتہا خوشی دیدنی تھی۔ پھر قریب ہر امتحان میں یہی کیفیت رہی۔ تا آنکہ ۱۹۴۶ء میں دورہ حدیث کی تکمیل و امتحان کے بعد وطن رمضان میں واپسی ہوئی۔ تب گڑھ مکتیشر کے مشہور ہندو مسلم فساد سے فرقہ وارانہ فسادات کی ابتداء ہو چکی تھی۔ جو اتنے بڑھے کہ تقسیم برصغیر کے بعد حالات کی سخت کشیدگی کے باعث انڈیا جانا دشوار بلکہ محال ہو گیا میرے دوران قیام دار العلوم دیوبند مجھے آپ کی ہر دم رہنمائی و سرپرستی حاصل رہی۔ واپسی کے بعد ایک روز حضرت مرحوم نے مجھے بلا کر دار العلوم دیوبند کے وقیع مجلہ دار العلوم کا شمارہ مرحمت فرمایا جس میں میرے دورۂ حدیث میں بحمد اللہ سب طلباء میں بہت امتیازی نمبرات لے کر اوّل آنے کا اندراج تھا حضرتؒ نے خوشی سے مجھے چوم لیا مبارک باد دی اور میں تشکرانہ جذبات میں گھر کر رہ گیا۔ اس سلسلہ میں دفتر سے حضرت مولانا بشیر احمدؒ ممدوح صاحب ناظم تعلیمات کا اطلاعی خط بعد میں مجھے مل پایا۔

زاں بعد حضرت شیخ الحدیثؒ نے گاؤں میں باضابطہ دار العلوم کی شکل میں تدریس درس نصابی کا سلسلہ اپنے محلہ کی قدیم مسجد سے شروع فرمایا حضرت اقدسؒ کے اصرار پر چند سال احقر کو بھی یہ سلسلہ تدریس

اعزازی خدمت و رفاقت کا ایک موقع میسر آیا اور حضرتؒ کے بعض صاحبزادگان کرام میرے حلقۂ تلمذ میں بھی آتے۔ سوچتا ہوں حضرتؒ کی زندگی کے کن کن گوشوں کا تذکرہ کیا جاتے۔ ز فرق تا بہ قدم ہر کجا کہ می نگرم

کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا اینجاست

حضرتؒ بہ سلسلہ تکمیل ۱۹۲۵ء میں دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے تھے اور ۱۹۳۲ء میں وطن مراجعت فرمائی۔ پھر آپ کو یہ اعلیٰ و ارفع اعزاز بھی نصیب ہوا کہ اپنی اسی مادرِ علمی میں بہ حیثیت مدرس کے اس وقیع ادارہ میں کامیاب و مقبول تدریس کا موقع میسر آیا جسے آپ نے بہت ہی ذمہ داری سے نبھایا۔ تا آنکہ ال کار یہ سلسلہ تقسیم ملک کے بعد ناخواستہ طور پہ ویزہ نہ ملنے کے باعث انقطاع پذیر ہوگیا۔

حسب روایت قوی حضرت والاؒ کی پیدائش ۱۹۱۲ء کی تھی۔ اور وفات ۱۹۸۸ء میں گویا آپؒ نے ۸۰ سال کی طویل بابرکت زندگی پائی جسے آپ نے بحمد للہ بہت بھرپور اور مصروف و نفع بخش طریق پر گزارا سینکڑوں ہزاروں شاگرد چھوڑے پھر رب کریم کے خصوصی کرم سے آپؒ کا یہ تدریسی سلسلہ اور اس کا گلستانی شجر بارآور ہوکر پھیلتا ہی گیا۔ روز بروز اللہم زد فزد دور دراز کے اماکن سے شائقین علوم دین کشاں کشاں بلاد غیر سے حتیٰ کہ افغانستان و سوات و پاکستان بھر سے کھنچے چلے آتے۔ تا آنکہ محلہ کی پرانی مسجد کا وہ موسسہ مدرسہ آخر دارالعلوم حقانیہ کی عظیم حیثیت متشکلہ کی صورت میں ہم دیکھ رہے ہیں جو انوار علوم کی شکل میں روشنی کا ایک مینار قائم ہے۔

۱۹۵۰ء میں حضرت فخر القرآن والاماثل حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ مہتمم دارالعلوم دیوبند اکوڑہ تشریف لاتے تھے جو اس ننھے موسس دارالعلوم سے آپ کی والہانہ محبت کا ایک واضح ثبوت تھا مسجد کی مشرقی دیوار کے ساتھ سٹیج بنایا گیا تھا۔ حضرت شیخ الحدیثؒ کے حکم پر لفقر نے حضرت قاری صاحبؒ کی خدمت میں عربی میں استقبالیہ سپاسنامہ پیش کرنے کا اعزاز حاصل کیا تھا۔ مہمان گرامی نے فضائل علم پر اپنی ایک معرکۃ الآراء تقریر ارشاد فرمائی تھی۔ حضرت شیخ الحدیثؒ خوشی سے پھولے نہ سماتے تھے۔ فرماتے تھے میری زندگی کا ایک اہم ترین مشن آج تکمیل پا گیا ہے جس کا استناد مجھے اپنے اکابر سے مل گیا ہے۔

گو کہ دارالعلوم کے محلہ کی مسجد میں اجراء سے قبل بھی حضرتؒ کے درس تدریس کا سلسلہ کبھی بھی معدوم نہیں رہا اور ان دنوں دیار العلوم کا سلسلہ موجودہ مروج صورتوں میں نہیں ہوا کرتا تھا۔ چند کتابوں کے جا بجا خصوصی درس ہوا کرتے تھے۔ جہاں شائقین رجوع کرلیا کرتے تھے۔ اجتماعی تدریس کی صورت اس علاقہ میں ابھی نہ ہو پائی تھی۔ گو حضرتؒ کے بچپن کے بارہ میں مجھے میری کم عمری کے باعث کچھ کہنے لکھنے کا حق نہیں۔ تاہم آپ کے گرامی منزلت مولانا معروف گلؒ ابن مولانا میر آفتابؒ ابن مولانا حمید گلؒ کی روایت کے مطابق شیخ الحدیثؒ نے علاقہ چھچھ، حضرو، سوات طورو، شاہ منصور وغیرہ کے مختلف شفیق اساتذہ کرام کے ہاں جو اپنے علوم کے خصوصی ماہرین تھے دور دراز کے سفر اختیار کر کے استفادہ کیا۔ عسرت کے اس زمانہ میں آپ نے دور افتادہ مقامات کے اسفار کی صعوبات برداشت کیں تھیں۔ اور یوں ہوا بھی کرتا ہے علمی دنیا کا اک پرانا مقولہ ہے۔ **العلم لا یعطیک بعضہ حتی تعطیہ کلک۔**

حضرتؒ کی جوانی کا زمانہ مجھے بخوبی یاد ہے۔ تب میں ابھی بچہ ہی تھا۔ آپؒ کا منور نورانی کتابی چہرہ۔ چمکتی ہوئی پیشانی، مرصع مقیشی داڑھی ستوان ناک تابندہ آنکھیں بھرے ہوتے رخسار، قند شیریں سے میٹھے بول بولنے والی زبان، گٹھا ہوا بھرا جسم، تکلم کی شیرینی سے بھرپور لب حسن اخلاق کا اک کھلتا ہوا پھول سا چہرہ ؎

یزیدک وجہہ حسنا   اذا ما زدتہ نظرا

جو بھی ایک بار دیکھ پاتا کھنچ کر رہ جاتا ؎

خواجہ یک سبحۂ صد دانہ بینداخت و مرا کرد اسیر

میرے بچپن کا زیادہ تر حصہ والد مرحوم کی پوسٹل ڈیپارٹمنٹ میں ملازمت کے دوران پشاور ہی میں گزرا۔ چونکہ اکوڑہ ہمارا بھی سکونتی آبائی گاؤں تھا اس لیے کبھی کبھار کسی کام سے گاؤں کا چکر لگانا پڑتا تھا۔ تو علاوہ غمی خوشی کے گاؤں کے مشاغل میں سرفہرست حضرت والا سے ملاقات ہوتی۔ ان دنوں بھی جمعہ کے دن مسجد محلہ میں حضرت کے بلیغ و وجیز خطبے سننے میں آتے تھے اکثر یہی شوق پشاور سے کھینچ لاتا تھا۔ آپؒ کسی بھی موضوع پہ بلا تکلف بھرپور انداز سے تیار ہوکر آتے اور بولتے تھے۔ ان دنوں روزانہ جرائد میں ہندو اخبارات کی اکثریت تھی۔ پرتاب، ویر بھارت، ملاپ وغیرہ کے علاوہ مسلم اخبارات میں زمیندار احسان، انقلاب وغیرہ قابل ذکر ہوا کرتے تھے۔ یاد پڑتا ہے کہ اخبارات حضرتؒ کے مطالعے سے ضرور گزرتے کوئی خطبہ ایسا نہ ہوتا جس میں کسی یومیہ خاص خبر کا تذکرہ اسکا اخباراتی حوالہ پھر اس کی تائید یا تردید میں دلائل یا رد و کد نہ ہوتا خوب خوب تذکرہ فرمایا کرتے تھے۔ آپؒ نے قصبہ میں پاک صاف بے داغ، غیر جانبدار زندگی گزاری کبھی کسی کی ذاتیات میں ٹانگ نہیں اڑائی نہ کسی کی خصوصی حمایت کی نہ ہی کسی کی آن بان کا غیر ضروری یا زائد از ضرورت خیال رکھا۔

لباس عموماً بیشتر و اکثر سفید ہی ہوا کرتا تھا، لمبا کرتا، جوانی میں کبھی تب کی مشہور زمانہ پشاوری لنگی اور بخاری مخملی ٹوپی بعد میں عموماً سفید ٹوپی پر ململ کا سفید عمامہ ہوتا سردیوں میں کبھی چترالی چغہ زیب تن فرماتے تھے۔ کبھی لباس کی نفاست و ندرت جدت اور قیمت کا خصوصی خیال نہیں رکھا میں اب سوچتا ہوں کہ حضرت والاؒ حضرت امام شافعیؒ کے ان اشعار کی مثال تھے جو انہوں نے کسی حمام کے کیسہ کار پہ دازسے نامنصفانہ

رویہ کے خلاف فرماتے تھے ؎

علی ثیاب لو یباع جمیعہا بفلس لکان الفلس منہن اکثرا
وفیہن نفس لو یقاس ببعضہا جمیع الوریٰ کانت اجل واکثرا

حضرتؒ نے کبھی لباس کو غیر ضروری اہمیت نہیں دی۔ ہر کام میں اتباع سنت نبویہ پر عمل پیرائی کا ہر دم خیال رہتا تھا حضور فخر موجودات علیہ ابی وامی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوذرؓ سے فرمایا تھا۔ البس الخشن من الثیاب والصفیق منہا تذللاً للہ تم۔ اور پھر آپ کس کے مسترشد تھے۔ آپؒ کے مرشد شیخ الاسلام والمسلمین مولانا شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ نور اللہ مرقدہ واناربرہانہ کی زندگی آپ کے سامنے تھی۔ جو صرف موٹا کھدر ہی پہنا کرتے تھے ایسے میں مجھ سے رہا نہیں گیا کہ میں حضرت مدنیؒ قدس سرہ کا ذکر خیر نہ کروں ؎

خوشتر آں باشد کہ سر دلبراں گفتہ آید در حدیث دیگراں

آپ کے نزدیک لباس اولاً بالذات والی اہمیت کا حامل نہ تھا جو بھی چھوٹا موٹا آیا پہن ہی لیا ؎

لباس از بہر دفع حر و برد است نہ شد بہر زینت ہر کہ مرد است

مثل مشہور ہے الناس باللباس۔ حضرتؒ کہا کرتے تھے اصلاً یوں ہونا چاہیے کہ اللباس بالناس۔ پہناوے سے پتہ چلتا ہے کہ صاحب پوشاک کس علاقہ کا رہنے والا ہے۔ مسجد میں مختلف ممالک و بلاد کے پہناووں کی تصاویر وہاں کے باسیوں کے امتیاز کا پتہ بتاتی ہیں اذا لبست ثوبا فظننت انک فیہ افضل منک فی غیرہ فبئس الثوب ھو لک۔ تاریخ عالم میں بڑے لوگوں نے کبھی لباس کو زائد از ضرورت ستر پوشی کے علاوہ اہمیت نہیں دی۔ گو اس باب میں عوام کی اپنی اپنی پسند اور اپنا اپنا معیار رہا ہے وللناس فیما یعشقون مذاہب اور پسند و ناپسند کی اصناف کا شمار بھلا کب کوئی کر سکتا ہے۔ وللجنون فنون۔

حضرتؒ کی آنکھیں گو کہ موٹی موٹی تھیں۔ مجھے جب سے یاد پڑتا ہے حضرتؒ عینک استعمال کیا کرتے تھے جو آگے جا کر مآل کار زوال بصارت پر ہی منتج ہوئی۔ آپؒ ایک نوع کی زاہدانہ زندگی کے حامل تھے۔ دن کو درس و موعظت رات کو تسبیح و مناجات، غذا بھی عموماً سادہ ہوتی۔ بسیار خوری سے بھی اجتناب تھا۔ آخر میں تو پھر بلڈ پریشر و شوگر کے باعث صرف پرہیز ہی رہ گیا تھا۔ ابتدائی دور میں تمام احباب و اراکین مدرسہ اپنا اپنا کھانا لے آتے اور سب مل جل کر کھا لیا کرتے تھے امام قشیریؒ کا قول ہے۔ الزھد ثلثۃ اشیاء۔ القلۃ والخلوۃ والجوع ومن خان اللہ فی سرہ ھتک سترہ فی علانیتہ

خدا تعالےٰ نے آپ کو ضلاعتِ فہم کی نعمت سے نوازا تھا جس موضوع پر بولتے خوب کھل کر بولتے۔ مالہ وما علیہ بیان فرماتے تھے۔ قدرت کلام حاصل تھی موضوع سے بخوبی انصاف کر کے اس کے تمام گوشوں کو بے نقاب کیا کرتے تھے۔

شنید ہے کہ بچپن میں والدؒ ان کو حضرت ترنگزئی صاحبؒ کی آکوڑہ آمد پر ان کی خدمت میں دعا کے لیے گئے تھے انہوں نے اپنا لعاب دہن بھی لگایا تھا۔ امام قشیریؒ کا قول ہے۔

احسن الکلام کلام فصیح من لسان فصیح بوجہ صبیح وکلام دقیق علی لسان رجل رفیق۔ اللھم ان کان ذنوبی اخافنی فان حسن الظن بک قد اجارنی اللھم استر علی فی الدنیا ذنوبی فانا الی سترہا یوم القیمۃ احوج وقد احسنت بی اذ لم تظہرہا لعصابۃ من المسلمین فلا تفضحنی فی ذلک الیوم علی رؤس العالمین یا ارحم الراحمین۔

حضرت گرامیؒ اکثر و بیشتر متبسم رہا کرتے تھے وہی دندان سفید کردن والی بات ہوا کرتی تھی۔ قہقہہ وغیرہ کبھی بھی میرے مشاہدے سے باہر رہا جس کی کبھی نوبت نہیں آتی۔ عن ابی الدرداءؓ اضحکنی ثلاث وابکانی ثلاث اضحکنی مومل الدنیا والموت یطلبہ۔ وغافل یغفل من اللاخرۃ وضاحک ملی فیہ لا یدری اسخط ربہ ام راضی وابکانی ثلث۔ حصول المطلع وانقطاع العمل، والموقف بین یدی اللہ لا یدری ایؤمر بی الجنۃ ام الی النار۔

آپ کی گفتگو نپی تلی جامع مانع بلا حشو و زوائد، عام فہم بامعنی و با اشارہ ٹھہر ٹھہر کر باسکون ہوا کرتی تھی۔ یہی عمر بھر آپ کا معمول مواظب رہا۔ فان کثرۃ الضحک والقہقہۃ امارۃ الحمق والعجلۃ من ضعف العقل من قلۃ الرای۔ وقلۃ الرای من سوء الادب وسوء الادب یورث المھانۃ والمجون طرف من الجنون۔ والحسد لا دواء لہ والضغائن تورث الضغائن۔

خواص تو کیا عوام میں بھی آپ مرجع خلائق تھے۔ طبیعت میں تا بحد کمال وفور، انکسار و تواضع، حسن اخلاق و مروت قدر دانی تھی صموت و صبر و حلم وغیرہ رہتے۔ اس لیے بہ تکرار مرات بغیر کسی جہد مقل کے قومی اسمبلی نوشہرہ کی نشست کے لیے مسلسل کامیاب ہوتے رہے۔ لوگ اس نشست کے لیے آپ کو خود بہ منت مجبور کیا کرتے تھے آپ کی وجہ سے نوشہرہ کی یہ سیٹ گویا جمیعۃ کے حق میں مخصوص ہو کر رہ گئی تھی۔ آپ نے بارہا عظیم و طاقتور برسر اقتدار حریفوں کو چشم زدن میں چاروں شانے چت گرا دیا تھا۔ قومی اسمبلی میں آپؒ نے دین تصنیف اور نفاذ اسلام کے سلسلہ میں جو مخصوص خدمات

استحکام دین۔ وہ آپ ہی کا حصہ ہے۔ قومی اسمبلی میں ان موضوعات پر بالاخص اور اپنے حلقہ نیابت کی ضروریات پر بالعموم جو گرانبہا، پرمغز معلومات سے پر دلائل سے مرصع تقاریر کیں وہ طبع ہو کر منصۂ شہود پر آچکی ہیں اور آپ کی علمی وملی زندگی کی یادگار شاہکار ہیں۔ آپ کے دل کے خلیے خلیے میں قدرت نے دین کا درد سمو دیا تھا۔ عالم اسلام پر جب بھی کوئی خون آشامی آنا چاہتی وہ بالکل بے تاب وبیقرار ہو جاتے تھے۔ عیدین کے خطبات میں موضوع خطاب عام طور پر مسلمانوں کی زبوں حالی اور روس، افرنگ وامریکہ وہنود ویہود کی شاطرانہ سیاست سے خبردار کرنا ہوا کرتا تھا۔

میں نے آخری بار کے انتخاب میں امتیازی کامیابی پر عربی میں ایک تبریکی خط لکھا تھا جواباً یہی فرمایا تھا کاش میں نفاذ اسلام کے کام آسکوں آپ کے متعدد مکاتیب میرے پاس محفوظ ہیں جو ایک سرمایہ گراں مایہ ہیں۔

مزاج گرامی میں گرمی بالکل بھی تو نہ تھی۔ بلا کی نرمی انکساری، ادب و احترام، عجز واخلاق تھا۔ فبما رحمة من الله لنت لهم ولو كنت فظا غليظ القلب لانفضوا من حولك کی اک تابندہ تصویر تھے۔ ہر شخص آپ کو چاہتا اور محسوس کرتا کہ مجھ سے زیادہ عزیز تر آپ کو کوئی نہیں ہے۔ اپنا اک خاص حلقہ ارادت مندان ونیازمندان رکھتے تھے۔ دارالعلوم کی مجلس شوریٰ میں ہر شعبہ کے نمائندے تمام طبقات سے موجود ہوا کرتے تھے۔ آپ کے ارشادات وخطبات دارالعلوم کے مجلہ میں چھپتے رہتے تھے۔

آپؒ کی عمر کے آخری دور میں ضعف بصارت نے شدید شکل اختیار کرنا شروع کی حتیٰ کہ باوجود بہت علاج معالجہ کے افاقہ کی کوئی امید باقی نہ رہی۔ اور بالآخر وہی ہوا جس کا عرصہ سے ڈر تھا۔ مگر اس عظیم صدمہ پر بھی صبر وشکر کے پیکر نے کبھی تندم ومایوسی کا اظہار نہیں کیا اسی طرح حد درجہ کے صموت وصبور رہے جس طرح سے تھے۔

فاروق ثانی حضرت عمرؓ بن عبدالعزیز کا قول ہے ما انعم الله على عبد نعمته فانتزعها منه فعاضه من ذلك الصبر الا كان ما عاضه الله افضل مما انتزع منه انما يوفى الصابرون اجرهم بغير حساب۔

کبھی کسی دینی مذہبی صدمہ کی بات ہوتی تو آپؒ کی آواز بھرا جاتی لہجہ رقت آمیز ہو کر آبدیدہ ہو جاتے۔

حضرت والا نے کبھی اس دنیا کو اپنی زندگی کا مدار مہام نہیں بنایا اپنی حیات عزیز کے لمحات واوقات کو کبھی ضائع نہیں فرمایا ان سے کام کا کام لیا۔

حضرت فاروق اعظمؓ کا قول ہے، لولا ان اسير في سبيل الله واضع جبهتي لله واجالس اقواما ينتقون بي لحسن الحديث كما ينتقى اطايب الثمر ما ابالي ان قدمت

آپ عمر بھر اک باثمر شجر سایہ دار کی طرح بارآور رہے۔ شب وروز دین کی خدمت کو اپنا شعار بنایا تو خدا نے آپ کو دنیا کا مخدوم بنا دیا۔

عن عيسىٰؑ بن مريمؑ قال۔ تعملون للدنيا وانتم ترزقون فيها بغير العمل ولا تعملون للآخرة وانتم لا ترزقون فيها الا بالعمل۔ واوحى الله تعالى الى الدنيا من خدمني فاخدميه ومن خدمك فاستخدميه۔

حضرت والا نے اپنی جوانی خدمت دین متین کے لیے وقف کر دی جواباً خداوند کریم نے عمر کے آخری حصہ میں آپ کو مرجع خلائق اور مخدوم جہان بنا دیا اوروں کو بھی ہمیشہ یہی تلقین فرماتی اور خود بھی کبھی ایک لمحہ نہیں ضائع کیا۔ طبعی تکاسل سے آپ کوسوں دور تھے آج کا کام کل پر نہیں چھوڑتے تھے۔

خلیفہ ثانی حضرت عمرؓ کا قول ہے۔ لكل شيء شرف وشرف المعروف تعجيله وقال اجل للامام النخعيؒ اعد الرجل الميعاد قال، الى متى قال الى وقت الصلاة فقط

حضرت والاؒ کا عمر بھر کا معمول عمل بالاحوط تھا محارم ومشتبہات سے کنارہ کش رہے۔ اذا رغبت فى المكارم فاجتنب المحارم

تصنع، آورد، مصنوعیت سے پاک وصاف زندگی گزاری۔ وہ ابتداءً اپنے قصبہ اور بعد میں اپنے علاقہ کا تاج افتخار بن گئے، کبھی تو اکوڑہ سیاست و خلافت کے نامطے سے مشہور تھا۔ اب اکوڑہ کا تشخص آپ کا نام بن گیا عرصہ سے اکوڑہ کو چیمپئن شپ (CHAMPION SHIP) کا یہ منفرد اعزاز حاصل ہے کہ یہاں سے ایم این اے، ایم پی اے سینیٹر کی ۳ کرسیاں ہوتی تھیں۔ اب تو وزارت کی ایک کرسی کا بھی بحمدللہ اضافہ ہو گیا ہے۔ ایک معمولی سادہ وبے قاعدہ درس سے گاؤں نے جو اب ایک شہر بن چکا ہے۔ اتنے وقیع وموقر علمی ادارہ کی صورت اختیار کر لی ہے۔

؎ سلسلے کہ نکوست از بہارش پیداست

اول العلم الصمت والثانى الاستماع والثالث الحفظ والرابع العمل والخامس النشر اس کلیہ پر بھی آپ پورے ہی اترے اور علم کامل کا معیار پا لیا۔ صموت تھے، دوسروں کی بات غور سے سنتے تھے۔ حافظہ بہترین تھا، عامل تھے نشر علوم زندگی کا اوڑھنا بچھونا تھا۔ ازالہ بصارت کے بعد بھی جب صحت اجازت دیتی یاد سے پڑھا دیا کرتے۔ حضرت شیخ الاسلام حضرت شیخ العرب والعجم مولانا سید حسین احمد مدنیؒ قدس سرہٗ سے تلمذ بھی پایا تھا بیعت کی نسبت بھی تھی سونے پر سہاگہ انه كان الزبد على النرسيان۔ پھر

کیوں نہ انوار و علوم کی بارش برستی ؂

گرچہ خوردیم نسبتے ست بزرگ ذرۂ آفتاب تابانیم

مسترشدین کا اپنے مرشدین سے یہ انتساب ہی کیا کم ہے؟ میں تو کہوں گا مثالی ہے کہ جہاں پڑھا وہاں پڑھایا بھی ہر جگہ مثالی زندگی گزاری اور پھر طرفہ یہ کہ ایک مثالی علمی ادارہ کی تشکیل فرمائی۔ دارالعلوم دیوبند میں بھی کامیابی سے تدریس فرمائی۔ وہاں دورۂ حدیث میں طحاوی شریف آپ کے ہاں خارج الاوقات تھی ایسے خارجی اسباق میں طلبہ کنی کترانے کے عادی تھے مگر آپ کے یہاں پوری تعداد سے اضافہ ہوتا تھا۔

اکابرین دیوبند میں سے اگر کوئی حضرات بھی پاکستان تشریف لاتے تو اپنے قدوم میمنت لزوم سے اکوڑہ کو اولیت اولیت دیکر نوازا کرتے تھے۔ بیرونی مہمان گرذی۔ بلاد عرب و افغانستان سے سیاسی عمائدین جمیعۃ کے اکابرین و اساطین علم اکوڑہ کا دورہ فرمایا کرتے تھے۔ جہاد افغانستان کے کئی عمائدین و شہداء کمانڈر جلال الدین حقانی فاتح خوست وغیرہ۔ مولوی یونس خالص وغیرھم آپ کے تربیت یافتہ تھے۔ اور جہاد افغانستان میں ان کے ہاتھوں بارہا حالات کا پانسہ پلٹا۔

میرے قیام دارالعلوم دیوبند کے زمانہ میں حضرتؒ کا قیام باب الظاہر کی تیسری منزل پر تھا اور میں دوسری منزل پر ۰۵ کمرہ میں مقیم تھا۔ مولانا گل رحمٰن حال ناظم حقانیہ آپ کے بطور خادم خاص ہمراہ رہتے تھے۔ حیرت ہوتی تھی کبھی سر رہ گزر سے حضرتؒ درسگاہ جاتے ہوتے یا واپسی میں میری رہائش پر محض شفقت اور استفسار احوال کے لیے ممنون فرما جایا کرتے تھے۔

احیاناً حضرتؒ سے راقم کی مراسلت و مکاتبت بھی رہتی۔ حضرت کے چند قیمتی خطوط بطور حرز جاں میرے پاس موجود ہیں۔

کتنا عظیم حلم و تدبّر تھا تواضع تھی۔ جن کی کچھ جھلکیاں مختصراً پیش کر دی ہیں۔ بایں ضعف و توانائی صحت کے بگاڑ کے باوجود ختم نبوت وغیرہ کی تحریک میں خندہ پیشانی سے دوڑ دھوپ کے علاوہ ہر قسم کی قربانی کو لبیک کہا۔ اور پھر بھٹو دور میں جب دین کی صدا بلند کرنے والے ممبران قومی اسمبلی کو بالائی احکام پر سارجنٹ ایٹ آرمز نے بیک بینی و دوگوش اندر سے اٹھا کر باہر بزور پھینک دیا۔ اس حادثہ ابتلاء میں آپ ضمناً مصون و مامون رہے۔

طلبہ حضرتؒ کے دیوانہ وار گرویدہ ہو جایا کرتے تھے۔ دوران درس و وعظ آپ رموز و غوامض کے بیان میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔ عجیب غرائب و نوادرات کا انکشاف فرمایا کرتے تھے۔ اولاً حاصل مطالعہ بیان فرماتے اور بالکل بے تکلفانہ طریق پر موثر پیرایہ میں آپ کا خطاب ہوا کرتا تھا۔ محض اک خشک عالم ہی نہ تھے صوفی مشرب بھی تھے چونکہ صاحب نسبت تھے زندگی اک بہترین نمونہ اور اسوۂ حسنہ کے طور پر گزاری جو ناظرین کے لیے ایک نفیس روشنی دیتا ہوا چراغ تھی۔

قال الحسنؒ عظ الناس بعملک ولا تعظهم بعلمک وقولک ۔ امام سہلؒ فرماتے ہیں۔ **العلم يهتف بالعمل فان اجابه والا فارتحل۔**

اسی لیے دینون کی نشانی میں **اذا رؤا ذکر الله** کا ذکر ہے۔

ذوالنون مصریؒ فرماتے ہیں **جالس من يعلمک عمله ولا تجالس من يکلمک لسانه۔**

حضرتؒ کی تمام تر زندگی، ان کی خلوتیں ان کی جلوتیں، ان کے درس اور خطبات و تقاریر اور پھر **انها لضغث على ابّاله** ان کا عمل ایک منہ بولتی تصویر تھا۔

آپ کا تشخص یہی تھا جب نظر پڑتی تھا ذہن میں علوم ربانیہ کا اک انجان سا ناقابل بیان ہیولیٰ۔ نور علم سے بنا ہوا اک نورانی ہالہ بن سا جاتا ہے اور ناظر کا ذہن صدیوں پہلے سے زمانہ کے کسی بھولے بھٹکے راہی کے تصور میں کھو جایا کرتا تھا۔ درس کا موقعہ ہوتا یا وعظ کا تب بھی دل کی گہرائی سے پڑھاتے اور خطاب فرماتے تھے۔ آپ کا طریقہ تعلیم بہت ہی موثر و دل نشین ہوا کرتا۔ دل کو موہ لیا کرتا تھا۔ بات دل سے ہی نکلتی اور دل ہی میں اتر جاتی تھی۔ اس کی اساسی وجہ حضرتؒ کی لگن، پیوستگی و دل بستگی تھی جس نے عشق کا روپ دھار لیا تھا اور اگر خدا لگتی کہتے تو دین یا دنیا کا کون سا ایسا کام ہے۔ جس کی بیل بدون عشق کے پروان پاسکتی ہے۔ ؂

اذا انت لم تعشق ولم تدر ما الهوى
فكن حجرًا من يابس الصخر جلمدا

بحمد للہ آپ اخلاق نبویؐ کا اک بہترین نمونہ تھے اور یہی مطلوب و مقصود نبوت ہے۔ روایات میں ہے۔ **اللهم انی اعوذ بك من الشقاق والنفاق وسوء الاخلاق۔ ان من خياركم احسنكم اخلاقا۔** ؂

آئینہ ما روئے ترا عکس پذیرست
گر تو نہ نمائی گنہ از جانب ما نیست

اتنے طویل ترین عرصہ میں گر حافظہ کوتاہی نہیں کرتا یاد نہیں پڑتا۔ کسی طالب علم، نیاز مند، سائل تو کیا کسی مخالف کو بھی جھاڑا ہو لتاڑا ہو غصہ کیا ہو اپنے فکر و عمل سے زبان و بیان سے حسن اخلاق و احسن کا عملی درس دیا۔

اکوڑہ خٹک جو کب سے مضافات عدیدہ کا اک مرکزی۔ محوری بڑا قصبہ اور تاریخی روایات کا علمی و سیاسی گہوارہ تھا۔ اب اک حضرت والاؒ کی ذات ستودہ صفات اکوڑہ خٹک کی اک پہچان (Symbol) بن گئی تھی اور پھر حضرتؒ کے ارتحال سے جہان علم و معرفت کی گلیاں سونی

پڑ گئی ہیں۔ ؎

بچھڑا کچھ اس ادا سے کہ رُت ہی بدل گئی
اک شخص سارے شہر کو ویران کر گیا۔

حضرتؒ کے علمی تفردات کے کوائف کو حضرات اہل علم ہی بیان فرماویں گے کہ یہ میرا منصب (PORTFOLIO) نہیں ہے۔ ولی را ولی می شناسد۔ قدر گل بلبل شناسد قدر عنبر را علی بغ۔ البتہ آپؒ کی زندگی کے نظریۂ ظاہر یا دی الرائے میں چند عام گوشوں کے متعلق میں کچھ عرض کرنا چاہتا تھا۔ کہ اس بہانہ سے اس دور کی اک عبقری نابغۂ روزگار شخصیت کا ذکر ہو جاتے جس سے پژمردہ یادیں تازہ ہو جائیں۔ اور میرے لیے ذخیرۂ آخرت بن جائیں۔ کسی زمانہ میں رودکی کو بھی یہ شکایت زبان پر لانا پڑی تھی ؎ یاد یار مہرباں آید ہمی اور پھر جانے والی شخصیات بھلا کب لوٹ کر آسکتی ہیں۔ البتہ ہم ہاتف غیبی کو سن سکیں تو وہ بزبان حال پکارتی ہیں ؎

میری محفل میں نہ آسکے گی دنیا
لاکھ ڈھونڈے مجھ سا نہ پا سکے گی دنیا
میں بہت دور بہت دور چلا جاؤں گا
اس جہان میں نہ جا سکے گی دنیا

جو پسماندگان نالہ وشیون کرکے پکارتے ہیں ؎

کرن روشنی کی کوئی لاؤ کہ
در و بام سب بجھ گئے ہیں

البتہ ان جانے والوں کی باتیں ان کی یادیں، ان کے کرشمے ان کی انسانی، اخلاقی دینی بلندیاں آج بھی اس تنگدۂ حیات کی ظلمتوں کو منور کئے ہوتے ہیں۔ اکابر و احباب و علماء و حکماء و صوفیاء کا سلسلہ ارتحال نہ ہوتو کیا ہی اچھا ہوتا۔ البتہ یہ سلسلہ مجیٔ و ذہاب، فناء و بقاء، آمد و رفت تولد و توفی روز اول سے ہی زیر عمل چرخ نیلی فام ہے اور بدون فقدان وجدان کی قدر کسی کو کیا ہو سکتی ہے۔ دیر یا سویر ہر شخص طوعاً کرھاً اس راہ کا راہی ہے۔ البتہ ان کے ہجران و فقدان سے ہی ان کے خصائل حسنہ (TALENTS) کی قدر و قیمت کا اندازہ ہو سکتا ہے اور یہ پیچھے رہ جانے والوں کو محسوس ہوتا ہے کہ جانے والوں کے بعد رہ جانے والوں کو کن کن نوع کے جھمیلوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے ؎

چوں می پرسی ز درد ما بیا چشم خود بکشا
اگر خواہی کہ بینی در جہاں درد مجسم را

آپ کی زندگی سرتا پا اول تا آخر طلب و عمل و نشر دین میں مصروف رہی۔ یہی اکابر و اسلافؒ کا حال رہا ہے۔ محدث عصر حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کو شروع طفولیت سے ہی لکھنے پڑھنے سے بے حد رغبت تھی۔ اخبار الاخیار میں فرماتے ہیں کہ۔ از ابتدائے زمان طفولیت نمی دانستم کہ بازی چیست و خواب کدام و سیاحت کیست و آرام و آسائش کجا ہ۔

علم و اہل علم کی تعظیم و ادب انکساری و ملنساری حضرتؒ پر ختم تھی۔ اسی طرح طلبہ پر بھی برابر کی شفقت تھی۔ زیر درس طلبہ کو اپنی مسجد یا گاؤں کی مساجد میں ٹھہراتے۔ ان کے خورد و نوش اور ضروریات کا انتظام فرمایا کرتے تھے۔ خبر گیری فرماتے۔ ہر خرد و کلاں سے فیاضانہ سلوک ہوا کرتا تھا۔

ہر دور میں اہل علم کی وفیات کا سانحہ ایک ناقابل تلافی خلا پیدا کر دیا کرتا تھا۔ جسے سوائے قدرت الٰہیہ کوئی نہیں پر کر سکتا۔ حضرت ثعلبؒ نے حضرت مبردؒ کی وفات پر حزنیہ مرثیہ لکھا تھا ؎

ذهب المبرد وانقضت ايامه
وليذهبن مع المبرد ثعلب
بيت من الاداب اضحى نصفه
خربا وباقي النصف منه سيخرب
فتزودوا من ثعلب فبكاس ما
شرب المبرد عن قريب يشرب

گو کہ فطرۃً ۴۰ کے بعد بدنی اضمحلال اور نشو و نما کی قوتوں کو زوال آجاتا ہے جو ہوتے ہوتے شدہ شدہ ارذل العمر کا پیرایہ پہن لیتا ہے۔ ومنكم من يرد الى ارذل العمر لكى لا يعلم بعد علم شيئًا ومن نعمره ننكسه فى الخلق۔ اس میں حضرت عکرمہ کا قول ہے۔ من قرء القرآن لم يصر بهذه الحالة وكك العلماء العاملون لا يصيرون بهذه الحالة بل كلما ازدادوا فى العمر ازدادوا فى العلم والفضل والمعرفة كما هو مشاهد ولذا قالوا اعلى كلام العارفين ماصدر عنهم فى آخر عمرهم۔ مشہور علماء کرام کے امالی و افادات ان کی آخری عمر ہی کی پیداوار ہوا کرتے ہیں۔

حضرتؒ نے آخر عمر میں جوانی سے زیادہ کام لیا۔ اسی زمانہ میں پارلیمنٹ میں آپ کی درد میں ڈوبی ہوئی نفاذ اسلام کی تقاریر اک درد مند دل کی پکار بھی ہیں اور اک شیر بیشہ کی للکار۔ اور دین کے شہ پاروں کا اک شاہکار بھی۔ پارلیمنٹ میں ان کی آواز گونجتی ہی رہی۔ يقوم مالى ادعوكم الى النجاة وتدعوننى الى النار آپ اپنی صحت و نحافت و نقاہت کو چھوڑ چھاڑ دین کے لیے ہر نوع کی چھوٹی بڑی قربانی دینے کے لیے تیار ہو گئے ؎

ان كان دين محمد لم يستقم
الا بقتلى فيا سيوف خذينى

اسی لیے من عند اللہ حضرتؒ اطمینان و بے باکی کی اس دولت عظمیٰ

اور ثروت گرانمایہ سے معمور تھے جو کبھی کیاب اب اک جنس نایاب ہے

الابذکراللہ تطمئن القلوب ٥

غم کے مارو چلو تم وہیں کہ جہاں
درد مندوں کے طبیب رہتے ہیں

لن یصلح آخر ھذہ الامۃ الاما اصلح اولھا

آج یورپ وایشیا کے دول کے دانشور اسی جنس نایافت کی تلاش میں دربدر مارے مارے پھرتے ہیں۔

CALM MIND A GREAT PLEASUSE,
LIGHT HEART IS A GREAT TREASURE,
IB ANYONE CAN GET THEM,
HIS HAPPINEN CAN NOBODY MEASURE

انسان ۔ انسان کامل ۔ مومن آج کے اس بہیمیت سے بھرپور دور میں عنقا ۔ نایاب ہے ۔ نیست جز انساں دریں عالم کہ بسیار ست و نیست۔

انت نعم المتاع لو کنت تبقی
غیر ان لا بقاء للانسان
لیس فیما بدا لنا فیک عیب
کان فی الناس غیر انک فان

موت سے بھلا کسے مفر ہے ۔ اس پہ تو اجماع ہے۔

تخالف الناس حتی لااتفاق لم ۔ الاعلی شجب وھو مختلف

البتہ ہم ایمان کامل، اتباع سنت نبوی پیروی اسوہ حسنہ سے ہی موت پر اقتدار حاصل کر سکتے ہیں۔ اللھم اعنا علی الموت وکربتہ وعلی القبر وغصتہ وعلی المیزان وعلتہ ۔ وعلی الصراط وزلتہ وعلی یوم القیمۃ وروعتہ اللھم اعنا علی الدنیا بالغنی وعلی الاخرۃ بالتقوی ۔ بحق سید الابرار صلی اللہ علیہ وسلم ۔ سوچا جاتے تو یہ زندگی موت ہی کے لیے ہے پھر کیوں نہ زندگی کو اس انداز سے گزارا جائے کہ یہ اپنے محبوب سے ملانے کا اک پل بن جاتے ۔

ما ولدتم فللتراب　　ما بنیتم فللخراب
ما عملتم ففی الکتاب　　یدخر لیوم الحساب

تمنا مختصر سی تھی مگر تمہید طولانی
لذیذ بود حکایت دراز تر گفتم

خدا کرے ہم بھی حضرتؒ کے نقوش پا کو اپنا کر اپنی نا استوار و مستعار کو مرضیات ربانی کے مطابق ڈھال سکیں ۔ وفی ذلک فلیتنافس المتنافسون ۔

آمین آمین ولا ارضی بواحدۃ حتی اضم الیھا الف امینا

مؤتمر المصنفین کی علمی وتحقیقی عظیم تاریخی پیشکش

ایک نادر تحفہ ——— ایک عظیم خوشخبری

امامِ اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے حیرت انگیز واقعات

پیش لفظ ——— جناب مولانا سمیع الحق مدیر الحق

تصنیف ——— مولانا عبدالقیوم حقانی رفیق مؤتمر المصنفین واستاد دارالعلوم حقانیہ

اردو کی سب سے پہلی اور کامیاب کاوش سہل سلیس دلچسپ اور علم فہم، علم و عمل، تاریخ و تذکرہ، فقہ و قانون، اخلاص و للہیت، طہارت و تقویٰ سیاست و اجتماعیت، جذبۂ اصلاح انقلاب امت، تبلیغ و اشاعت دین، تعلیم و تدریس، غرض ہر جہت جامع اور نفع بخش ہے، واقعات و حکایات اور شریعت و طریقت کے دقیق مگر واضح اور حیات آفرین نکات کو عشق و محبت کی زبان میں بیان کر کے کتاب کو دلچسپ و دلآویز، خوش تاثیر اور حیرت انگیز بنا دیا گیا ہے، جو ایک وقیع مقدمہ اور سات ابواب پر مشتمل ہے۔
تقطیع متوسط، کاغذ عمدہ، کتابت و طباعت معیاری، ٹائیٹل خوش رنگ و دیدہ زیب اور سنہری جلد بندی ۔ صفحات: ۲۷۲، قیمت: -/۵۰ روپے

مؤتمر المصنفین ۔ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ۔ ضلع پشاور

مؤتمر المصنفین کی ایک اور اہم پیشکش

علماء احناف رحمہم اللہ کے حیرت انگیز واقعات

جلد دوم

امام ابو یوسفؒ ——— امام محمدؒ ——— امام زفرؒ

اردو میں سب سے پہلی اور کامیاب کاوش

تالیف: مولانا عبدالقیوم حقانی

ائمہ احناف کی سیرت و سوانح، تعلیم و تربیت، طہارت و للہیت، شوقِ مطالعہ و ذوقِ عبادت، مجاہدہ و ریاضت، تقویٰ اور عزم و توکل، ایمان و احتساب، جوشِ جہاد، شوقِ شہادت، عقائد باطلہ کی بیباکانہ تردید، ظالمانہ اعمال و رسوم کے خلاف اعلانیہ جہاد، جابر سلاطین کے سامنے کلمۂ حق کی بلندی، فقہ و قانون کی تدوین، اجتہاد و استنباط کے نادر تحقیقات، اسلامی ریاست و سیاست کے خدوخال، عدل و انصاف کے ایمان آفرین نمونے اور بیباک فیصلے، فکر آخرت، جرأت و استقامت، رجال کار کی تربیت، اصلاح اور انقلاب امت کے لیے بلند کردار، انقلاب انگیز، ایمان آفرین کوششوں اور گراں قدر مسائل پر مشتمل حیرت انگیز واقعات۔

مؤتمر المصنفین ——— دارالعلوم حقانیہ ——— اکوڑہ خٹک
ضلع پشاور (پاکستان)